سیلاب سے پاکستانی بھائیوں کو جو تکلیف پہنچی جماعت اس میں برابر کی شریک ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ رستمبر ۱۹۷۳ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی:-

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا (الانعام: ٦٠)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

۳۱ ماہ وفا (جولائی) جمعہ کے دن صبح کو خاکسار یہاں سے کراچی اور پھر وہاں سے انگلستان اور یورپ کے دوسرے ملکوں کے دَورے پر روانہ ہوا تھا اور ۲۶ رتبوک (ستمبر) بدھ کے مبارک دن (مبارک مَیں اس لئے نہیں کہہ رہا کہ کوئی پچھلے واقعات میں بلکہ سفر کی برکتوں کی وجہ سے کہتا ہوں) ہم واپس یہاں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کی برکتوں اور رحمتوں کے نظارے دیکھ کر پیر کو ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور ایک دن کراچی میں ٹھہر کر بدھ کو یہاں پہنچ گئے۔ **الحمدللّٰہ علیٰ ذٰلک۔**

اس عرصہ میں اس دورے میں اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمتیں مشاہدہ میں آئیں۔ کچھ قادرانہ تصرفات جو غیر معمولی نوعیت کے تھے آپ لوگوں نے یہاں مشاہدہ کئے سیلاب کے رنگ میں اور ان کے اثرات کی شکل میں۔ چنانچہ اس وقت میں پہلے یہاں جو سیلاب آئے ہیں ان کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ شاید لمبا خطبہ اس لئے نہ دے سکوں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اس سفر

میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی وہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فضل بھی فرمایا کہ اس عرصہ میں تھکان اور کوفت کا احساس بہت کم ہوا لیکن یہاں آنے کے بعد پچھلے دو ماہ کی کوفت کا اکٹھا احساس پیدا ہو گیا۔ چنانچہ پچھلے دو دن میں جسم کا رُوَاں رُوَاں درد محسوس کرتا رہا اور آج بھی پوری طرح تھکان دُور ہونے کا جو احساس ہوتا ہے وہ نہیں ہے تاہم یہ چیزیں تو بہرحال انسانی جسم کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

اگست کی ۱۱ یا ۱۲ تاریخ کو ہمیں یہ اطلاع ملی کہ پاکستان میں بڑے زبردست سیلاب آئے ہیں۔ یورپین ملکوں کا ہمارے ساتھ غیر دوستانہ برتاؤ کا یہ حال ہے کہ ایک دن کسی نے اطلاع دی کہ بی بی سی ٹیلیویژن پر پاکستان کے سیلاب کے مناظر دکھائے جائیں گے چنانچہ ہم نے وہ مناظر دیکھے۔ پانی ہی پانی نظر آتا تھا آبادیاں تو نظر نہیں آتی تھیں۔ کہیں کہیں درختوں کی چوٹیاں یا کوئی اونچی جگہ یا کوئی بچا ہوا گھر دکھائی دیتا تھا۔ ایک جگہ خشکی پر سَو کے قریب آدمی دکھائے گئے تھے کہ یہ لوگ بچ گئے ہیں اور اردگرد کے دیہات سے وہاں اکٹھے ہو گئے ہیں جن میں زیادہ عورتیں تھیں اور کچھ مرد اور بچے تھے۔ پھر نظارہ دکھایا گیا روٹی کی تقسیم کا۔ اور اس وقت آنکھ نے جو دیکھا وہ بڑا ہی دُکھ دہ منظر تھا۔ بیچارے مصیبت زدہ لوگوں کے ہاتھ میں ایک ایک یا دو دو روٹیاں ہیں اور ایک ہاتھ اُن روٹیوں پر بھاجی سی کوئی چیز ڈال رہا ہے تب نظر اُٹھا کر جو دیکھا تو جو بھاجی تقسیم کرنے والا تھا وہ ایک سکھ صاحب تھے اپنے کیسوں اور پگڑی سمیت۔ معلوم ہوتا ہے کہ بی بی سی کے نمائندے نے ہندوستان کی کوئی پرانی فلم لی اور بڑے ذلیلانہ طریقے پر کھانے کی تقسیم پر منظر پیش کر کے اس طرف توجہ پھیری کہ دیکھو مسلمان کیسے ذلیل طریقے سے کھانا کھاتے اور کھلاتے ہیں حالانکہ اس طرح ہاتھ سے اُٹھا اُٹھا کر بھاجی روٹیوں پر دینا مسلمان کی روایت کے خلاف ہے۔ اب دیکھو کہا یہ گیا تھا کہ یہ پاکستان کے سیلاب کے نظارے ہیں جو دکھائے جائیں گے مگر جو دکھایا گیا اس کا ایک حصہ اہل پاکستان کی روایت کے خلاف تھا یا تو یہ جہالت کی انتہا ہے اور یا شرارت کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر فضل کرے وہ ایسا کیوں کرتے ہیں یہ تو وہ جانیں ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کیا اس سے خود اپنی تذلیل کی۔

جب مجھے سیلاب کی اطلاع ملی تو طبیعت میں بڑی بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اِدھر اُدھر سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اپنے سفارت خانہ سے بھی رابطہ قائم کیا لیکن کوئی زیادہ فائدہ نہ ہؤا۔ میں نے یہاں ہدایت کی تھی کہ روزانہ اطلاع آنی چاہیئے روزانہ نہیں کم از کم ہفتے میں دو دفعہ تو ضرور مجھے اطلاع ملنی چاہیئے۔ پھر میں نے یہ ہدایت بھی دی کہ جماعت کام کرے۔ یہ کام کا وقت ہے اور پھر ایک دفعہ تو یہ ہدایت بھی دینی پڑی کہ پیسے کی پرواہ نہ کی جائے۔ انسانی دُکھ اور درد کو دُور کرنا جہاں تک ہمارے امکان میں ہے وہ ضروری ہے اور اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیئے۔

بہرحال مجھے تو اب بھی زیادہ علم نہیں ہے۔ تاہم بڑے بھیانک واقعات سننے میں آئے ہیں۔ ملک کے جن حصوں میں سیلاب آئے ہیں یا جو حصے سیلاب کی زد میں آئے ہیں وہاں بڑی سخت تباہی آئی ہے یہ صحیح ہے کہ اکثر اونچے مقامات پر سیلاب نہیں آیا لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ جہاں جہاں سیلاب آیا ہے وہاں اس نے بڑی سخت تباہی مچائی ہے اور لوگوں کو بڑا دکھ اور تکلیف اٹھانی پڑی۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ جہاں سیلاب آیا وہاں (اپنے احمدیوں کی میں بات نہیں کر رہا) دوسرے پاکستانی بھائیوں نے کہا کہ یہ سیلاب تو طوفان نوح کی طرح ہے۔ پھر یہ بھی سننے میں آیا کہ بعض لوگوں نے کہا اسے عذاب نہ کہو کیونکہ پھر تو جماعت احمدیہ کو تقویت پہنچے گی بہرحال جس کی جو خواہش تھی اس کے مطابق اُس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اپنے عقائد کو بدلنے کی کوشش کی اپنے اس لئے کہ قرآن کریم میں وہ بیان ہوئے ہیں اور بدلنے کی کوشش اس لئے کہ اس وقت یہی طریق چل رہا ہے۔ کیونکہ دین سے ایک بُعد پیدا ہو چکا ہے۔

قرآن عظیم میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک تو غیب کی چابیاں ہیں اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی غیب کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی ہستی علام الغیوب نہیں ہے یہ ایک معنی نہیں بلکہ یہ دو مختلف معانی ہیں ایک تو یہ بتایا گیا ہے کہ غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور دوسرے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی چیز غیب نہیں ہے۔ انسان جس معنی میں بھی غیب کے لفظ کو استعمال کرے اللہ تعالیٰ کے حضور وہ غیب نہیں ہے بلکہ وہ

اس کے علم میں ہوتا ہے۔

غیب کے لفظ کو ہم اپنی زبان میں دو معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ ایک اس معنی میں کہ شئے موجود تو ہے لیکن ہمارے علم میں نہیں ہے مثلاً سونے کی کانوں میں جو سونا ہے وہ موجود تو ہے اور اس کا وزن بھی معین ہے لیکن ہمیں اس کا پتہ نہیں ہے کہ کس کان میں سونا ہے اور ہے تو کتنا ہے ہمارے لئے وہ غیب میں ہے۔ سمندروں کی تہہ میں موتی ہوتے ہیں ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جو سمندر میں پنہاں ہے کچھ حصوں میں تو انسان نے نئے آلات کے ساتھ غوطہ زنی کر کے بعض چیزوں کو پہچانا اور باہر نکالا لیکن ہزار ہا بلکہ بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے لئے غیب میں ہیں۔

اسی طرح ایک ہی وقت میں امریکہ ہمارے لئے اس وقت غیب کی حالت میں ہے یعنی ہمارے علم میں نہیں ہے کہ وہاں اب کیا ہو رہا ہے وہاں وہ اس وقت (معیاری وقت کے لحاظ سے نو گھنٹے ہم سے پیچھے ہونے کی وجہ سے) سوئے ہوئے ہیں۔ گویا امریکہ اس وقت سویا ہوا ہے اور اس معنی میں بھی عملاً اندھیروں میں ہے لیکن ہمارے لئے اس وقت کے امریکہ کے حالات غیب میں ہیں۔ ہمارے لئے اس وقت لاہور، کراچی، راولپنڈی، اسلام آباد اور پشاور وغیرہ کے حالات غیب میں ہیں۔ پس چیز موجود تو ہے۔ ایک واقعہ ایک حقیقت تو ہے لیکن ہمارے علم میں نہیں اس معنی میں ہم غیب کا لفظ استعمال کرتے ہیں کوئی شے جو موجود ہے یا کوئی واقعہ جو ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ وہ اس کے لئے غیب نہیں ہے۔

دوسرے ہم غیب اس معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں کہ ایک چیز کا اس وقت وجود تو نہیں لیکن مستقبل میں پیدا ہونے والی ہے ابھی اُس نے وجود نہیں پکڑا مثلاً اگر ہم ماضی پر قیاس کریں زمین کے اندرونے (مَافِی الْبَرِّ) پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک لمبے عرصہ کے مختلف اور بڑے لمبے اَدوار میں کیمیاوی اجزاء کی تبدیلی کے نتیجہ میں ہیرا بنتا ہے۔ ہوسکتا ہے (میں ہوسکتا ہے اس لئے کہتا ہوں کہ ماضی میں ایسا ہوا) کہ کچھ اجزائے ارضی آج سے دوسو سال کے بعد ہیرے کی شکل اختیار کریں۔ آج نہ ہمیں ان کا علم ہے اور نہ ہمارے علم میں وہ آسکتے ہیں کہ ان میں یہ تبدیلی آنے والی ہے کیونکہ اس وقت ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یہ

اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اجزائے ارضی کے ہیرا بننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے گویا اپنی قدرت کی چابی لگائی ہے۔

پس ’’مستقبل‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیزیں ابھی حیّز وجود میں نہیں آئیں مثلاً ایسی تمام بشارتیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آپ کے طفیل مہدی معہود علیہ السلام کے ذریعہ جماعت احمدیہ اور نوع انسانی کو دی گئیں جو ابھی تک پوری نہیں ہوئیں اور آئندہ پوری ہونے والی ہیں اُن کا آج کوئی وجود نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت کی جو چابی ہے وہ ہر شئے کا وجود پیدا کرنے والی ہے گویا مفاتح الغیب کے ایک معنی یہ ہیں کہ جب تک خدا تعالیٰ کنجی نہ لگائے کوئی چیز عدم سے جو ایک غیب کی کیفیت ہے وجود میں جو حال کی کیفیت ہے تبدیل نہیں ہوتی۔

اس آیۂ کریمہ میں (مَیں اس کی پوری تفسیر اس وقت بیان نہیں کروں گا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جب تک کہ اس کے علم میں نہ ہو ’’غیب‘‘ کے ہر دو معنی سے ان کا تعلق ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم آسمان سے نہ آجائے اس وقت تک کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز مثلاً درخت کے پتے کا اپنی شاخ سے گر جانا یا بڑی سے بڑی چیز مثلاً سیلابوں کا آنا جو ایک بڑے علاقہ کو تہ و بالا کر کے انتہائی تباہی کے نظارے ہمارے سامنے رکھتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کے منشاء اور اس کے حکم اور علم کے بغیر نہیں ہوتا۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کو ایک مسلمان فراموش نہیں کرسکتا۔ ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پانی کی یہ طوفانی لہریں اور یہ سیلاب اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر کے نہیں آئے کیونکہ عناصر خدا سے بغاوت کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے چاہا۔ اُس نے اپنی مفتاح لگائی (کیونکہ سیلاب کی شکل میں پانی موجود نہیں تھا) اس کا حکم نازل ہوا اور پانی کے قطروں کا اس قدر بپھرا ہوا اجماع ہوگیا جس نے بڑے بڑے اونچے درختوں کو جن کی جڑیں اُن کی لمبائی کے مطابق زمین کے اندر گڑھی ہوئی تھیں اُن کو جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ بعض جگہوں پر تین تین منزلہ مکان جب طوفانی لہروں کی زد میں آئے تو اس طرح بہ گئے جس طرح کوئی ٹوٹی ہوئی شاخ پانی میں بہہ جاتی ہے تاہم اس قسم کا جو خطرناک سیلاب آیا ہے خدا سے

باغی ہو کر نہیں آیا۔ ہوسکتا ہے انسان کی بغاوت کو دُور کرنے کے لئے یا اُن کو کوئی سبق دینے کے لئے آیا ہو۔ (اس وقت میں یہ نہیں بتا رہا مَیں اپنا مضمون اور اس کے مختلف پہلو آہستہ آہستہ بتاتا چلا جاؤں گا) پس ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس خطۂ ارض اور اس ملک میں اس قسم کی ایک زبردست تباہی آئے۔ سیلاب کے پانیوں نے بعض علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لیا اور بعض کو نہیں لیا۔ لیکن اس کے نتیجہ میں جو اقتصادی بے چینی اور بحران پیدا ہوا ہے وہ اگرچہ نظر آنے والی لہریں تو نہیں ہیں لیکن درحقیقت بڑے گہرے گھاؤ کرنے والی لہریں ہیں۔ ہماری ساری اقتصادیات پر سیلاب کی زد پڑی ہے۔ اقتصادی ترقیات کے سارے منصوبے سیلابوں کی زد میں آئے ہیں جہاں سیلاب نہیں آئے وہ علاقے بھی شدید متاثر ہوئے ہیں مثلاً کراچی ہے۔ کراچی شہر کے اندر سیلاب کا پانی نہیں آیا۔ بارشوں کا پانی بھر گیا تھا مگر جلدی نکل گیا لیکن جہاں سیلاب آیا مثلاً جھنگ میں بڑا خطرناک سیلاب آیا۔ چنانچہ جس طرح جھنگ میں اشیائے ضرورت بہت مہنگی ہوگئیں اسی طرح کراچی میں بھی مہنگی ہوگئیں حالانکہ وہاں سیلاب نہیں تھا لیکن کراچی میں سیلاب کے اثرات پہنچ گئے اور وہ ایسے اثرات تھے جو تکلیف دینے والے اور دُکھ پہنچانے والے تھے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ دُکھ اور یہ تکلیف اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے اِذن اور اس کے حکم اور اس کے چابی لگانے سے آتی ہے یہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ قرآن کریم نے اس قسم کے حوادثات کی مصلحتیں بتائی ہیں جو سب خدائی منشاء کے مطابق آتے ہیں۔ چنانچہ ایک مصلحت یہ بتائی ہے کہ جب خدا تعالیٰ اپنی توحید کے قیام کے لئے کسی بندہ کو اس دنیا میں بھیجتا ہے یا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد غلبۂ اسلام کے لئے کسی کو مامور کر کے بھیجتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی انبیاء آئے اور آپ سب کے بادشاہ اور سرتاج بن کر تشریف لائے۔ غرض جب دنیا خدائے واحد اور اس کے رسول اور مامور کی طرف توجہ نہیں کرتی تو اللہ تعالیٰ حوادث کی چابیوں کو حرکت میں لاتا ہے اور اس قسم کے حالات پیدا کر دیتا ہے ایک اور مصلحت مثلاً یہ ہوتی ہے کہ اس طرح سے لوگوں کو اچھی طرح سے ہلایا جائے اور یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ اُن کو ابدی ہلاکت ملے بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ ابدی لعنت سے خود کو محفوظ

کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔

پھر ایک مصلحت یہ بتائی کہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ (البقرة:۱۵۶) جس وقت اس قسم کے حالات پیدا ہوں تو ان کے نتیجہ میں لوگوں کی بھلائی اور روحانی ترقیات کے سامان پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے اس واسطے جو ذمہ داریاں ''امتحان'' ڈالتے ہیں یا جو ذمہ داریاں ''ابتلاء'' پیدا کرتے ہیں اگر انسان ان ذمہ داریوں کو نباہے تو اس کے نتیجہ میں یہ خوشخبری ملتی ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ
قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرة:۱۵۶،۱۵۷)

غرض اس قسم کے امتحان اور ابتلاء کے نتیجہ میں اللہ کے عاجز بندے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق کو اور بھی زیادہ پختہ اور مضبوط بنا لیتے ہیں اور ان میں کوئی بُعد اور جدائی باقی نہیں رہتی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں قرب کا یہی مقام بیان ہوا ہے۔یعنی دوری کے جو امکانات تھے اب رجوع الیہ کر کے ہم اس دوری کو اس بُعد کو قرب میں تبدیل کریں گے۔

بہر حال حوادث خواہ لوگوں کو جھنجھوڑنے کے لئے آئیں یا روحانی ترقیات کے لئے ہوں ان کی وجہ سے انسان پر بہت سی ذمہ داریاں آپڑتی ہیں۔اس لئے اصل بحث یہ نہیں کہ ایسا کیوں ہوا؟ اصل چیز تو یہ ہے کہ جو مصلحتیں قرآن کریم نے بیان کی ہیں ان مصلحتوں کے مطابق ہم اپنی زندگیوں میں تبدیلی پیدا کرتے ہیں یا نہیں۔اگر ہم وہ تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں۔ اگر ہم الٰہی اشاروں کو سمجھ لیتے ہیں اور الٰہی منشاء کے مطابق اپنے ذہنوں میں اور اپنے خیالات میں اور اپنے عقائد میں اور اپنے رجحانات میں اور اپنی عادات میں تبدیلی پیدا کر لیتے ہیں تو وہ مصیبت جو بہت لمبے زمانہ پر پھیلی نہیں ہوتی اس کا اثر باقی نہیں رہتا بلکہ محدود اور مفید بن جاتا ہے۔

پس امتحان اور ابتلاء میں کامیاب ہونے والے شخص کے چہرے پر اسی طرح بشاشت کھیلنے لگتی ہے اور کوفت دور ہو جاتی ہے جس طرح اچھا نتیجہ نکل آنے پر راتوں کو جاگنے والے طالب علم کی کوفت دور ہو جاتی ہے۔ چہرے پر بشاشت اور سُرخی آجاتی ہے دن رات پڑھتے

رہنے کی وجہ سے آنکھوں میں جو گڑھے پڑ جاتے ہیں اور کوفت کے آثار چہرے پر نمودار ہوتے ہیں۔ وہ سب دُور ہو جاتے ہیں۔ اس کی بجائے چہرے پر بشاشت کھیل رہی ہوتی ہے اور خوشیاں انگ انگ سے چشمہ کے پانی کی طرح بہہ کر باہر نکل رہی ہوتی ہے۔ امتحان اور ابتلاؤں کی کچھ اور مصلحتیں بھی بیان ہوئی ہیں لیکن موٹی چیزیں یہی ہیں جن کی طرف مَیں نے اشارہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ایسے حالات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر ظلم کیا ہے وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ (اٰل عمران: ۱۱۸) بلکہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور خدا تعالیٰ نے انسان کو اس کو اپنے ظلم سے بچانے کی خاطر کفارہ کے طور پر اور ایک انتباہ کے لئے اس قسم کے دکھوں اور تکلیفوں کے سامان اس دنیا میں پیدا کئے تا کہ وہ ان دُکھوں سے نجات کے طریقوں کو تلاش کر کے اُخروی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرے۔

پس پاکستان میں جو سیلاب آئے اور ہمارے بہت سے بھائیوں کو جو دُکھ اور تکلیفیں پہنچیں، جماعت احمدیہ ان کے دُکھوں میں برابر کی شریک ہے۔ چنانچہ اس موقع پر احمدی بڑوں نے بھی اور احمدی بچوں نے بھی احمدی جوانوں نے بھی اور احمدی بوڑھوں نے بھی، احمدی مردوں نے بھی اور احمدی عورتوں نے بھی اپنے دُکھ اور تکالیف بھول کر اپنے بھائیوں کو دُکھوں سے بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دی۔ مجھے امید ہے کہ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے یہ اوراق اپنی پوری تفصیل کے ساتھ محفوظ کر لئے گئے ہوں گے۔ اگر نہیں کئے گئے تو اب پوری تفصیل کے ساتھ محفوظ کر لینے چاہئیں۔ ان کو شائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہماری تاریخ میں یہ واقعات محفوظ ہونے چاہئیں کہ کس طرح نوجوانوں نے اپنی عمر کے مطابق اور بڑوں نے اپنی عمر کے مطابق ذمہ داری کے جو کام تھے وہ ہر قسم کی تکالیف اٹھا کر سرانجام دیئے اور اپنے پاکستانی بھائیوں کی تکلیفوں کو دُور کرنے کی حتی المقدور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے احسن عطا فرمائے اور اپنے فضلوں اور رحمتوں کے سمندر سے بہت بڑا حصہ اُن کے لئے مقدر کرے۔

غرض جہاں پاکستان میں سیلاب کے دُکھ دہ حالات سُن کر تکلیف پہنچی تھی وہاں یہ دیکھ کر خوشی بھی ہوتی تھی کہ جماعت نے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھا اور صحیح طریقہ پر اپنی ذمہ داریوں کو نباہنے کی پوری کوشش کی۔

جہاں تک میرے اس دورے کا تعلق ہے اس وقت میں زیادہ تو کچھ نہیں بیان کروں گا۔ البتہ ابتداء کر دیتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بہت بڑی جماعت قائم ہو چکی ہے اُن کی تربیت کا خیال تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے تربیتی امور اور تربیتی اعمال کی طرف انہیں متوجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ اسلام کی خاطر مجنونانہ کام کے لئے تربیت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کی اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشوونما میں اور بھی اضافہ کرے۔

پھر جہاں تک ان کی مہمان نوازی کا تعلق ہے۔ اس دفعہ جماعت احمدیہ انگلستان نے پوری مہمان نوازی کی ہے یہاں سے تو ہم تھوڑی سی رقم لے جا سکتے تھے۔ چنانچہ پانچ سو ڈالر لے کر گئے تھے اور وہ بھی انہوں نے انگلستان میں قبول نہیں کیے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ ہم پوری میزبانی کریں۔ جب ہم نے یورپ کے ممالک کا دورہ کیا تو یہ رقم وہاں خرچ ہوئی لیکن انگلستان میں وہاں کی جماعت نے مکمل طور پر میزبانی کے فرائض بڑی خوش اسلوبی اور انتہائی پیار کے ساتھ ادا کئے۔ **فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء**

مہمان نوازی کا بہت خرچ تھا اور پھر خرچ کے علاوہ انہوں نے کھانے پکانے وغیرہ کے سلسلہ میں دن رات خدمت کی کیونکہ جہاں جماعت احمدیہ کا امام ہوگا وہاں لوگ آئیں گے دن کو بھی آئیں گے اور رات کو بھی آئیں گے۔ چنانچہ بعض دفعہ عام اتوار کے دنوں میں وہاں اڑھائی اڑھائی تین تین سو آدمی جمع ہو جاتے تھے اور وہ اُن کے لئے کبھی کھانے اور کبھی لائٹ ریفریشمنٹ (Light Refreshment) مثلاً چائے کافی اور بسکٹ وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔ اس ساری میزبانی کا خرچ خود برداشت کرتے تھے۔ مَیں نے اُن سے بھی کہا کہ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر ہے اس لئے جو کھانے کا خرچ ہے اس کو ہم خود اٹھائیں گے۔ انہوں نے جواب دیا اور مجھے وہ ماننا پڑا کہ ہمارا کچن بھی حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے لنگر ہی کا حصہ ہے۔ آپ ہمیں اس کی اجازت دیں تا کہ ہم اس کا ثواب حاصل کریں اور وہ انتظام بھی یعنی کھانے پینے کا سارا انتظام نوجوان بچے خود کرتے تھے۔ آپ اُن کی شکلیں اور اُن کا انگلستان کا صاف ستھرا لباس دیکھ کر یہ سوچ بھی نہیں سکیں گے کہ وہ سارا دن صبح سے لے کر شام تک قافلے اور دوسرے مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرنے میں مصروف رہتے ہوں گے۔ اور ہمارے لئے وہاں کی ۳۔۴ لجنات کے علاوہ امام رفیق کی اہلیہ صاحبہ اور اُن کے بچوں نے کھانا تیار کرنے میں بڑا کام کیا۔ حفاظت کے خیال سے باہر سے خود چیزیں لے کر آنا اور پھر خود پکانا بڑا کام تھا۔ کوئی باہر کے کھانے والا تحفہ بھی آجائے تو وہ علیحدہ رکھ دیتی تھیں کہ یہ ہمارے گھر کا پکا ہوا نہیں ہے بلکہ فلاں جگہ سے تحفہ آیا ہے۔

غرض صبح سے لے کر شام تک ہمارے نوجوان خدام باورچی خانہ میں رہتے تھے پھر اتوار کو تو بہت انتظام کرنا پڑتا تھا۔ مثلاً برتنوں کی صفائی وغیرہ۔ اگرچہ وہاں یہ سہولت ہے کہ چائے کی پیالی دھونی نہیں پڑتی گتّے کی بنی ہوئی ہے جسے لوگ چائے پی کر پھینک دیتے ہیں اور وہ کوڑے کرکٹ میں چلی جاتی ہے لیکن پھر بھی دودھ اور چائے وغیرہ تیار کرنا بڑا کام ہے۔ ایک دن پتہ لگا کہ ایک گود کا بچہ آیا ہوا تھا اور وہ رو رہا تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید اس کو دودھ مہیا نہیں کیا گیا۔ مَیں نے خدام سے کہا کہ تم ایسے بچوں کے لئے دودھ بھی رکھا کرو کیونکہ ایسی مائیں آئیں گی جو اپنے کم سن بچوں کو گھر نہیں چھوڑ سکتیں۔ ایسے بچوں کی خوراک کا لنگر میں انتظام ہونا چاہیئے پھر بعد میں پتہ لگا کہ دودھ تو تھا لیکن ماں تو اتنی مصروف تھی کہ اسے بچے کو دودھ پلانے کی فرصت نہیں ملی۔ وہ اپنے دوسرے دینی کاموں میں اتنی مشغول ہوئی کہ اسے بچے کو دودھ پلانے کا خیال ہی نہ رہا۔ چنانچہ بچہ رو رہا تھا اس کے رونے کی وجہ سے میرے علم میں یہ بات آئی کہ بچے کو دودھ نہیں ملا۔ بعد میں پتہ لگا کہ ماں کو وقت نہیں ملا دوسرے کاموں میں لگی ہوئی تھی کوئی تقریب تھی یا شاید منصورہ بیگم کی ملاقات تھی۔

بہرحال اتنے پیار سے اور اتنی قربانی دے کر ان لوگوں نے کام کیا ہے کہ مَیں ان کے اخلاص کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اور اسی لئے مَیں نے ان فقروں کی ابتداء میں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی اُن کو احسن جزا دے۔

پھر جہاں تک اُن کی تربیت کا تعلق ہے مَیں نے اپنے خطبات جمعہ میں ان کو نصائح کیں وہاں ہمارا جلسہ سالانہ ۹؍ستمبر کو تھا اس میں ان کو نصیحتیں کیں۔ ۱۰؍ستمبر کو ہمارے مبلغین کی کانفرنس تھی اس میں مبلغین کو سمجھایا۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ چھوٹی بچیوں کو پھر خدام الاحمدیہ کو نصیحتیں کیں۔

پھر آخری جمعہ میں مَیں نے خلاصۃً بیان کیا کہ میں نے تمہیں یہ یہ خبریں بتائی ہیں کچھ تمہارے نفوس کی طہارت کے لئے اور کچھ اپنے نفس کی طہارت کے لیے۔ ایک بات آپ کو بھی بتا دیتا ہوں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام کی ساری جنگیں صرف امام کو ڈھال بنا کر لڑی جاسکتی ہیں فرمایا ’’اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُّقَاتَلُ مِنْ وَّرَآئِهٖ‘‘ (صحیح بخاری کتاب الجہاد) اس حدیث کی اور بھی بہت سی تشریحیں کی جاسکتی ہیں لیکن اس میں ایک بڑا ہی پیارا مفہوم جو ادا ہؤا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کی ساری جنگیں صرف امام کی ڈھال کے پیچھے کھڑے ہو کر لڑی جاسکتی ہیں۔ ہمارے کئی واقفِ زندگی ایسے ہیں جو انجام بخیر کو پہنچے یا جن کے انجام بخیر کی ہم توقع رکھتے ہیں اور اُن کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ کئی ٹھوکر بھی کھاتے ہیں۔ آدم کے زمانہ سے اس وقت تک شیطان انسان کے ساتھ لگا ہؤا ہے لیکن ٹھوکر کی ابتداء یوں ہوتی ہے کہ ہمیں وقف سے فارغ کردیں ہم اسلام اور احمدیت کی خدمت میں ساری زندگی گذار دیں گے۔ مگر جب تم امام کی ڈھال کے پیچھے سے ہٹ جاؤ گے تو پھر یا تو نعوذ باللہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان غلط ہوگا یا تمہاری خواہشات پوری نہیں ہوں گی (صدق اللّٰہ ورسولہ) کیونکہ اسلام کی جنگ الٰہی سلسلہ کی جنگ تو امام کو ڈھال بنا کر اس کے پیچھے لڑی جاسکتی ہے ورنہ نہیں لڑی جاسکتی اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد دو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ کبھی امام مصلحت بتائے گا اور کہے گا کہ یہ حکم ہے اس میں یہ یہ مصلحتیں ہیں اس کے نتیجہ میں میں تمہارے سامنے یہ پروگرام رکھتا ہوں اور کبھی کہے گا میں تمہیں مصلحتیں نہیں بتاتا۔ تمہیں یہ حکم ہے کہ مجھے ڈھال بنا کر میرے پیچھے کھڑے ہو کر جنگ لڑو۔

پس بہت سے پروگرام ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے متعلق مصلحتیں ہم نہیں بتاتے کیونکہ مصلحت بتانے میں مصلحت نہیں ہوتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہماری

بات کو مانو مثلاً میں نے انگلستان میں کہا کہ ہر احمدی بچہ یعنی طفل اور ہر خادم اور ناصرات کی ہر ممبر اپنے پاس ایک ربڑ کی غلیل اور چھ غلولے رکھے۔ اب انگلستان میں رہائش کا جو طریق ہے وہاں غلیل استعمال ہی نہیں ہوسکتی۔ دس دس گز کے تو ان کے صحن ہوتے ہیں ان کی عمارتوں کے ساتھ باغ نہیں ہوتے الّاماشاء اللّٰہ۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کے محلوں کے ساتھ چھ چھ سو ایکڑ کے باغات ہیں۔ لیکن میں عام طور لندن کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں غلیل نہیں چل سکتی۔ چنانچہ میں نے ان کو یہ بھی سمجھایا کہ یہاں غلیل رکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمسایہ کے بچے کے سر پر غلولہ جالگے۔ لیکن میں حکم دوں گا کہ غلیل رکھو۔ لیکن اس کی مصلحت نہیں بتاؤں گا۔ بلکہ یہ میری خواہش ہے۔ کہ ہر ناصرہ اور ہر خادم اور ہر طفل اپنے پاس غلیل رکھے اور پلاسٹک کی چھوٹی سی تھیلی میں چھ غلولے بھی موجود رہیں۔ یہ مثال میں نے اس لئے دی ہے کہ مَیں آپ سے بھی یہ کہتا ہوں۔ جیسا کہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ یہاں بھی ہمارا ہر خادم، ناصرات کہ ہر ممبر اور ہر طفل ایک غلیل اور چھ غلولے اپنے پاس رکھے۔ اچھے غلولے یہی ہوتے ہیں جو مٹی سے بنائے جاتے ہیں کیونکہ اگر اس میں پتھر کا ٹکڑا رکھا جائے تو اس میں حادثہ کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے بچوں کو تربیت بھی دی جائے کہ اس کا صحیح استعمال کرنا ہے۔ وہاں مَیں نے بتایا تھا کہ دیکھو ربوہ میں بعض ایسے بچے ہیں۔ کہ جو ربڑ کی غلیل سے بیس بیس فاختہ شکار کر لاتے ہیں اور ان کے خاندان کو نہایت صحت مند گوشت مل جاتا ہے۔ مگر تمہیں نہیں ملے گا کیونکہ تمہارا معاشرہ اَور قسم کا ہے۔ لیکن امام کہتا ہے کہ اپنے پاس غلیل رکھو اس لئے تم اپنے پاس غلیل رکھو۔ آپ کو بھی جب مَیں یہ کہتا ہوں کہ غلیل رکھو تو رکھیں۔ اُن کے متعلق تو مجھے رپورٹ مل جائے گی وہ ضرور لے لیں گے کیونکہ وہاں سہولت سے غلیل مل جاتی ہے۔ اُن کے لحاظ سے اس کی زیادہ قیمت بھی نہیں ہوتی۔ ۴۵ پنس کی ایک بڑی اچھی ربڑ کی غلیل مل جاتی ہے جس کا فریم لوہے کا بنا ہوتا ہے اور وہ بڑی قابلِ اعتبار بھی ہوتی ہے۔ مَیں نے اُن کے ایک دو نمونے لے کر اپنے دو ساتھیوں کو جو خدام الاحمدیہ کے نمائندے تھے اور میرے قاصد بن کر گئے تھے ان کو دے دیئے تھے کہ وہ اپنے پاس رکھیں۔ ابتداء وہیں سے کی تھی۔

مَیں اس وقت یہ بتا رہا ہوں کہ مصلحت بتانا ضروری نہیں ہوتا۔ لیکن امام کے پیچھے امام کی

ڈھال کے پیچھے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ اور اسلام کی جنگیں لڑنا ضروری ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ مصلحت نہیں بتائی گئی۔ اس لئے ہم ڈھال سے پرے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح تم اپنا نقصان کرو گے اس طرح اسلام کی جنگ نہیں لڑی جا سکتی۔ ہرگز نہیں لڑی جاسکتی۔ امت محمدیہ پر ایک ایسا زمانہ بھی گذرا ہے جب امت کو ہر جگہ یہ ڈھال میسر نہ تھی یا چھوٹی چھوٹی ڈھالیں تھیں مگر امت محمدیہ بحیثیت امت اس ڈھال کے پیچھے نہیں لڑ سکتی تھی وہ تو ایک جگہ جمع ہی نہیں ہو سکتی تھی کیا اس وقت مسلمان نے کوئی ترقی کی؟ اس زمانہ کو مسلم اور غیر مسلم مؤرخین تنزل کا زمانہ کہتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے مگر اس کے باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس فیج اعوج کے زمانہ میں خدا کے مقربین بندے لاکھوں کی تعداد میں پیدا ہوئے جنہوں نے اسلام کی شمع کو روشن رکھا۔ لیکن اسلام کی شمع ایک اور چیز ہے اور اسلام کا چاند ایک اور چیز ہے اور اسلام کا سورج تو اسلام کا سورج ہے صلی اللہ علیہ وسلم لیکن سورج کے ہوتے ہوئے بھی کرہ ارض پر رات آ جاتی ہے اور سورج غروب ہو جاتا ہے اسی طرح روحانی سورج کا حال ہے۔ جب دنیا روحانی طور پر پرے ہٹ گئی اور اس کی روشنی سے خود کو محروم کر لیا تو یہ گویا تاریکی کا زمانہ تھا۔ مگر اب پھر یہ چاند کی روشنی آ گئی ہے اس کا عکس لے کر اس کا نور لے کر پیار کے ساتھ دنیا میں اسلام پھیلانا ہے۔ چاند کا اپنا کوئی نور نہیں ہے مہدی معہودؑ کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ لیکن مہدیٔ معہودؑ کا انکار اس وجہ سے کہ اس کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا سب نور ہے غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہی نہیں فرمایا کہ اس کی بیعت کر کے اپنی گردن اس کے جوئے کے نیچے لاؤ بلکہ ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ پیار اور بشاشت کے ساتھ اس کی اطاعت کرو۔ اور یہ اسی کا ارشاد ہے جس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا سلام اس کو پہنچا دو۔ چنانچہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ محبت بھرا سلام مہدی معہودؑ کو اس وقت جب آپ دنیا میں موجود تھے یا اب اپنی دعاؤں کے ذریعہ نہایت بشاشت سے پہنچا رہا ہے اور خوشی سے پہنچا رہا ہے اس کے دل میں تو اللہ تعالیٰ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محبت کو جوش میں لا کر یہ کام اس سے لینا ہے۔

بہرحال اسلام پر ایک زمانہ آیا جب یہ ڈھالیں اتنی چھوٹی ہوگئیں کہ امت محمدیہ اُن کے پیچھے سماہی نہیں سکتی تھی۔ پھر مہدی معہودؑ کا زمانہ آ گیا، پھر اب یہ ڈھال بڑی ہوگئی اور امت محمدیہ نے پھر اپنے پورے عروج کو (جیسا کہ وہ نشاۃ اولیٰ میں پہنچی تھی) پہنچنا ہے۔ چنانچہ مَیں نے یورپ کے دورہ میں لوگوں کو بتایا۔ پیار سے بتایا سمجھا کر بتایا یہ بڑی لمبی باتیں ہیں جن کو میں بعد میں بیان کروں گا۔ اس وقت تو جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے مختصراً اور اشارۃً چند باتیں بیان کروں گا۔ جو چیز میں نے وہاں دیکھی اور میرے لئے حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ ہالینڈ میں (پریس کانفرنس تو نہیں تھی۔ پریس کے کچھ نمائندے آئے ہوئے تھے) پھر فرینکفورٹ میں، زیورک میں، ڈنمارک میں اور گوٹئین برگ سویڈن میں پوری پریس کانفرنسیں تھیں۔ جن میں بڑے تیز قسم کے صحافی آئے ہوئے تھے۔ مگر کسی ایک نمائندے نے یہ نہیں کہا کہ آپ جو باتیں کہتے ہیں وہ پیاری نہیں یا غلط ہیں۔ دو جگہوں پر آخر میں مجھ سے مختلف الفاظ میں ایک سوال کیا گیا جس کا جواب میں نہیں دے سکا۔ ڈنمارک میں مجھے ایک صحافی کہنے لگے کہ آپ نے جو باتیں ہم سے کی ہیں وہ بڑی ہی پیاری ہیں اور بڑی اچھی لگی ہیں اور ان کی ہمیں ضرورت ہے۔ لیکن آپ یہ بتائیں کہ ڈنمارک کے عوام تک ان باتوں کے پہنچانے کا آپ نے کیا انتظام کیا ہے؟ ابھی ہم انتظام نہیں کر سکے یہ ایک حقیقت ہے لیکن یہ ایک ایسا سوال ہوگیا جس کا جواب میرے پاس نہیں تھا اور مجھے شرمندہ کرنے والا تھا۔ لیکن یہ سوال آئندہ کے پروگرام کی بنیاد بننے والا ہے۔ اسی قسم کی اور باتیں تھیں جن کے نتیجہ میں یورپ میں تبلیغ اسلام کا ایک بہت بڑا منصوبہ اللہ تعالیٰ نے ذہن میں ڈالا ہے جس کا تعلق بڑی حد تک اس بہت بڑے منصوبہ سے ہے جس کا ذکر اس کی تفاصیل کے ساتھ انشاء اللہ اور اس کی توفیق سے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کو بتاؤں گا۔

دوست دعا کریں اللہ تعالیٰ صحت سے رکھے اور ذہن میں ہر قسم کی جِلا پیدا کرے اور اس کے سارے پہلوؤں کو اجاگر پانے اور اجاگر کر کے روشن کر کے آپ دوستوں کو دکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

غرض دوست اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اپنے فضل سے مجھے زندگی اور صحت

دے تا کہ ایک بہت بڑا منصوبہ جو خدا تعالیٰ کے اذن سے ذہن میں آیا ہے اس کو صحیح طور پر اور ضروری تفاصیل کے ساتھ جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعتِ احمدیہ کے سامنے رکھنے کی توفیق پاؤں تاہم یورپ میں تبلیغ کے پروگرام کے کچھ حصے کو مَیں اپنے خطبات میں بتاؤں گا۔ اب ایک ہی وقت اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل فرمایا کہ میرے سامنے یہ دو منصوبے آ گئے جن کا آپس میں بھی بڑا گہرا تعلق ہے اور ویسے ایک کا تعلق صرف یورپ سے ہے اور دوسرے کا ساری دنیا اور تمام بنی نوع انسان سے ہے کچھ حصے جو اس بڑے منصوبے سے بلاواسطہ تعلق نہیں رکھتے وہ بتادوں گا کہ بالواسطہ کیا تعلق رکھتے ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے ابھی بتایا ہے پریس کانفرنس کے دوران دو جگہ ایک سوال کیا گیا اس نے مجھے سوچنے پر مجبور کیا اور سوچنے کے نتیجہ میں بہت سے کوائف معلوم کیے مَیں نے مبلغین کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ فلاں فلاں معلومات حاصل کر کے مجھے بھیجو کیونکہ یہ ہے بڑا ظلم کہ مہدی معہود علیہ السلام آ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں نے اسلام کو غالب کرنے کی بنیاد رکھ دی۔ مگر اب تک تبلیغ کا دائرہ وسیع نہ ہو سکا جس کی وجہ سے دنیا کا وہ حصہ جو اس وقت خدا سے بہت دور ہے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ باتیں تو اچھی ہیں۔ اسلام ہمارے مسائل حل تو کرتا ہے لیکن ہمارے عوام تک ان باتوں کے پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے۔

پس یہ سوال بنیاد بنی اس یورپین منصوبہ کی جس کا ایک حصہ آپ کے سامنے آ جائے گا۔ اس کے لئے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ علاوہ ازیں ہم نے اس سفر میں خدا کے بڑے فضل دیکھے اس کی رحمتوں کو دیکھا چھوٹی چھوٹی چیزوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے پیار کو پایا اور بڑی بڑی باتوں میں بھی اس کی صفات کے حسین جلوے دیکھے اور اس کے قادرانہ تصرفات کا مشاہدہ کیا۔

میں بہت الحمد پڑھتا ہوں اور آپ بھی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ جب میں جا رہا تھا تو اس وقت بعض منذر خوابوں میں بہت سی شرارتوں کے اشارے تھے۔ یہ خوابیں مومنین کو اس لئے بتائی جاتی ہیں کہ استغفار اور دعا اور توبہ اور رجوع الی الربّ الکریم کے ساتھ ان حوادث سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا خیر کے ساتھ ہم گئے اور خیر کے ساتھ ہم وہاں رہے اور خیر

سے ہم انگلستان میں بھی اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں بھی پھرے اور بے تکلف باتیں کیں ہر چھوٹے سے بھی اور ہر بڑے سے بھی۔ کہیں ایک جگہ بھی تکلیف کا احساس نہیں ہؤا۔ انگلستان کی بات ہے ہم نے پریس کا جو انتظام کرنا تھا دو چھوٹے چھوٹے پریس خرید کر بھجوانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ امید ہے ایک تو جلسہ سالانہ کے قریب یہاں بھی پہنچ جائے گا۔ یہ ابھی چھوٹے ہیں مگر بڑے کی ابتداء ہے۔ ان فرموں کے نمائندے جو ہمارے پاس معلومات بہم پہنچانے کے لئے آتے تھے اُن میں سے ایک کہنے لگا کہ میرا دل کرتا ہے تفصیل سُننے کا مَیں نے کہا مجبوری ہے اس وقت، وقت بہت کم ہے تفصیل نہیں بتا سکتے پھر کسی وقت سہی۔ پس ہماری باتیں سننے کی طرف اُن کی توجہ ہے۔ اسلام کی باتیں سُننے کی طرف تو ہے لیکن ہم نے سُنانے کے سامان پیدا نہیں کئے اور اُن سامانوں کے مہیا کرنے کی طرف جتنی توجہ ہم کر سکتے ہیں اتنی بھی توجہ نہیں ہے۔

غرض یہ منصوبے سامنے آجائیں گے دوست بہت دعائیں کریں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایک تو سیلاب زدگان کی تکالیف کو دُور کرے ہمارے پاکستانی بھائیوں کو سیلاب کی وجہ سے مختلف شکلوں میں بہت سی تکالیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انہوں نے اپنے مکان بنانے ہیں، اپنے جانور خریدنے ہیں، نئے بیج مہیا کرنے ہیں، اپنی کھیتیاں تیار کرنی ہیں، اپنے لئے خوراک کا انتظام کرنا ہے، اپنے لئے کپڑوں کا انتظام کرنا ہے اور چیزیں بہت مہنگی ہوگئی ہیں اور پھر اپنے بچوں کی پڑھائی کا انتظام کرنا ہے اور کئی دقتیں ہیں۔ تاہم یہ آسمانی مصیبت تھی اور اگر آسمان سے کسی وقت خدائی منشاء کے مطابق کوئی حادثہ نازل ہوتا ہے تو اس صورت میں اگر انسان اِنسان سے جھگڑ پڑے اور ایک دوسرے کو الزام دینے لگ جائے تو مسلمان کی عقل اس چیز کو تسلیم نہیں کرتی اس لئے سب کو مل کر یہ کام کرنا چاہیئے۔

ہمارے ایک سفیر نے ایک پریس کانفرنس سے پہلے مجھے کہا کہ سیلاب زدگان کی امداد کے لئے بھی آپ کچھ کہیں۔ مَیں نے ان کی بات سُن لی مَیں نے تو اپنے رنگ میں کہنا تھا۔ چنانچہ مَیں نے کانفرنس کے دوران کہا کہ بنی نوع انسان سے پیار اور اخوت کا رشتہ قائم کرنا چاہیئے یہ بیان کرنے کے بعد میں نے کہا مثلاً پاکستان میں سیلاب آیا اور ایک دنیا اس وقت

دکھ اور تکلیف میں مبتلا ہے اس وقت تمہاری بحیثیت انسان یہ ذمہ داری ہے کہ تم انسانی بھائیوں کی مدد کے لئے پہنچو اور مَیں تو بڑا حیران ہوتا ہوں کہ بعض لوگ اس کو ایک سیاسی مسئلہ بنا لیتے ہیں حالانکہ یہ ایک انسانی مسئلہ ہے۔ سیلاب زدگان تمہارے بھائی ہیں تمہیں ان کی امداد کے لئے پہنچنا چاہیئے اور اسلام میں یہ تعلیم دی گئی ہے۔

پس دوست دعا کریں کہ پاکستان میں ہمارے جو بھائی بستے ہیں سیلاب کی زد میں آنے کی وجہ سے یا آگے سیلاب کی وجہ سے جو وسیع اثرات پیدا ہوئے ہیں اُن کی وجہ سے تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کی تکالیف کو پورے طور پر دور فرمائے اور اپنی رحمت سے اپنے بندوں کو نوازے اور دنیا کی آنکھ بھی اُن کو عطا فرمائے اور دین کی آنکھ بھی اُن کو عطا کرے تا کہ اُن کو ہر قسم کی خوش حال زندگی میسّر آئے۔

پھر دوست یہ بھی دعا کریں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا جو مقصد ہے یعنی ساری نوع انسانی کو امت واحدہ بنا کر ایک خاندان بنا کر اور پیار اور محبت کے بندھنوں میں باندھ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع کرنا ہے۔ جماعت احمدیہ کو اس مقصد کے پورا کرنے کے سامان جلد میسّر آ جائیں اور ہماری حقیر اور ناچیز کوششوں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے۔ ہماری زندگیوں ہی میں وہ مقصد پورے ہو جائیں یا اُن مقاصد کے پورا ہونے کی ہمیں ایک جھلک نظر آ جائے۔ ہم خوشی اور بشاشت کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوں کہ ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو ایک حد تک عاجز بندے ہونے کے باوجود نباہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۔۴؍نومبر ۱۹۷۳ء صفحہ ۲ تا ۷)

❁❁❁